مراسم العرب قبل الاسلام

حافظ عباد اللہ فاروقی

ایامِ جاہلیت کے عرب ایک نہایت سادہ مزاج قوم تھی۔ ان کی معاشرت کا سادہ اور بے تکلف طریقہ قوانین قدرت کے قریب تھا۔ بدو عرب کی معاشرت ایک چرواہے کی معاشرت سے کچھ زیادہ نہ تھی۔ یہ لوگ خیموں میں رہا کرتے اور پانی اور چراگاہ کی جستجو میں ادھر ادھر پھرا کرتے تھے تاہم ان میں کچھ لوگ تمدن پسند بھی تھے جو مجتمع ہو کر اپنے خیموں کی باقاعدہ ترتیب اور انتظام سے دیہات بنا لیتے تھے۔ اگر ان کی تعداد اور بھی بڑھ جاتی تھی تو قصبے اور شہر بن جاتے تھے۔ اور وہاں کے باشندے اپنا وقت کاشت کاری، مختلف انواع کی دستکاری اور ہر قسم کی تجارت اور سوداگری میں صرف کرتے تھے۔ زمانہ قدیم سے یہ لوگ مصر و شام اور قرب و جوار کے ملکوں سے قافلوں کے ذریعہ تجارت کیا کرتے تھے۔ توریت میں ہے کہ ان لوگوں کا حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کے وقت میں بھی یہی پیشہ تھا۔ خانہ بدوش عرب اور تجارت پیشہ عرب عادات اور خصائل میں زیادہ مختلف نہ تھے۔

مذہبی رسوم

مولانا نجم الدین سہواری لکھتے ہیں کہ "جاہلیت میں نماز کا بھی دستور تھا۔ جاہلیت کی نماز مسلمانوں کی نماز کے مشابہ تھی۔ فرقہ صابئین کی نسبت لکھا ہے کہ وہ دن رات میں مسلمانوں کی پانچ وقت کی نماز پڑھتے۔"[1] علاوہ ازیں وہ طہارت کے پورے پابند تھے ان کی طہارت میں دس فطری باتیں تھیں جن میں خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا تھا۔ مثلاً کلی کرنا۔ منہ دھوتے وقت ناک میں پانی ڈالنا۔ لبیں کتروانا، مسواک

---

[1] "رسومِ جاہلیت" مصنفہ مولانا نجم الدین سہواردی سنہ ۱۹۲۹ء دارالاشاعت پنجاب لاہور صفحہ ۳۰-۳۱

کرنا، سر میں مانگ نکالنا، استنجی کرنا۔ ناخن ترشوانا، ختنہ کرنا۔ بغل اور زیر ناف استرا لینا۔ اسلام نے ان باتوں کو قائم رکھا۔ اس کے علاوہ وہ غسل جنابت کے بھی پابند تھے۔[۲]

جس طرح مسلمانوں میں رمضان کا مہینہ متبرک سمجھا جاتا ہے، اسی طرح جاہلیت میں رجب کا مہینہ متبرک سمجھا جاتا تھا۔ اس مہینہ میں کشت وخون حرام تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس ماہ میں بلاخوف وخطر لوگ سفر کیا کرتے تھے۔ صاحب بلوغ الارب لکھتا ہے کہ اگر دو شخصوں میں عداوت ہوتی تھی تو وہ اس متبرک مہینے میں آپس میں صلح کر لیتے تھے۔[۳]

رجب کے علاوہ دورِ جاہلیت میں عاشورہ کے روز بھی روزہ رکھنے کا عام رواج تھا۔ نبی کریم صلعم نبوت سے پہلے اس دن روزہ رکھتے تھے۔ اس روز کعبہ پر غلاف بھی چڑھایا جاتا تھا۔ دورِ جاہلیت میں لوگ اعتکاف بھی کرتے تھے۔ جاہلیت میں حج اور عمرہ کا بھی عام رواج تھا۔ ان کے حج اور عمرہ میں وہ تمام ارکان شامل تھے۔ جو آج مسلمانوں میں رائج ہیں مثلاً حج اور عمرہ کے لئے احرام باندھنا۔ خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کرنا۔ حجر اسود کا بوسہ لینا، اسی طرح وہ سات مرتبہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے تھے۔ اور باستثنائے قریش تمام عرب حج میں جملہ مواقف میں کھڑے ہوتے تھے۔ غرض جاہلیت میں عرب تمام مناسک حج ادا کرتے تھے۔ لیکن ان کے ارکان اسلامی ارکان سے کسی قدر مختلف تھے۔

تمام لوگ عرفات کے میدان میں جمع ہوتے، لیکن قریش مقام مزدلفہ پر قیام کرتے تھے۔ حج کی رسم ختم ہونے کے بعد یہ لوگ منیٰ آتے اور وہاں اپنے بزرگوں کے نام اور بہادرانہ کارنامے فخر سے بیان کیا کرتے تھے۔ حج کی رسم ذی الحجہ میں ادا کی جاتی تھی۔ سال کے چار مہینے متبرک سمجھے جاتے تھے۔ انہیں مہینوں میں سے ایک مہینہ ذی الحجہ کا بھی ہے۔ بعض اوقات ان مہینوں کی حرمت ملتوی بھی کر دی جاتی تھی۔ حجر اسود اور خانہ کعبہ کی تعظیم تاریخ عرب کے ابتدائی زمانہ سے ہوتی چلی آئی ہے۔ زمانہ جاہلیت کے عرب خانہ کعبہ کو کسی شخص کی یادگار نہیں سمجھتے تھے بلکہ ساری عمارت ملقب بہ بیت اللہ تھی۔

گو دورِ جاہلیت میں عربوں کی ایک کثیر تعداد بت پرست تھی لیکن وہاں کے صابئی فرقہ نے

۲؎ "رسوم جاہلیت" مصنفہ مولانا نجم الدین سہروردی ۱۹۲۹ء دارالاشاعت پنجاب لاہور صفحہ ۳۰-۳۱

۳؎ بلوغ الارب فی احوال العرب جلد ۳

جو ثوابت اور سیاروں کی پرستش کرتا تھا، ملک میں جگہ بہ جگہ ستاروں کی پرستش کے معبد تعمیر کر رکھے تھے۔ صابئی مذہب کا عرب عوام پہ بہت گہرا اثر تھا۔ چنانچہ عرب کے لوگ علی العموم یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اجرام فلکی کا انسان کی زندگی پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ نیز ان کا اعتقاد تھا کہ مینہ کا برسانا یا امساک باراں کا ہونا انہیں اجرام فلکی کے نیک یا بد تاثیر پر منحصر ہے۔

مولانا عبدالحلیم شرر مرحوم کا خیال ہے کہ "صابئی اگرچہ کواکب پرست اور اصنام پرست ہو گئے تھے۔ مگر فی الحقیقت وہ دین حنیفی ابراہیمی کے اصول کے خوشہ چیں تھے۔ حضرت ابراہیم اس سرزمین کے فرزندوں میں سے تھے اور ان کی تبلیغ کا آغاز اسی ملک میں ہوا تھا۔ مولانا شرر آگے لکھتے ہیں کہ صابئیت ملت حنیفی ہی کی ایک بگڑی تصویر تھی"۔[۱]

طلاق

مولانا نجم الدین سہواردی لکھتے ہیں کہ جاہلیت میں عرب مختلف اوقات میں تین طلاقیں دیتے تھے اس کی بنیاد سب سے پہلے حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام نے ڈالی تھی۔ جب شوہر پوری تین طلاقیں دے چکتا اس وقت عورت اس سے بالکل علیحدہ ہو جاتی اور شوہر کا اس پر کچھ اختیار باقی نہ رہتا۔[۲] مردوں کو اختیار تھا کہ جتنی عورتیں چاہیں وہ اپنے حرم میں داخل کر لیں اس بات کے تعین کے لئے کوئی واضح قانون نہ تھا کہ اہل قرابت میں سے مرد کو کون سی عورت کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے۔ اور کس کے ساتھ شادی ناجائز۔ مگر بایں ہمہ یہ رسم عام تھی کہ اس عورت سے جو رشتہ میں قریب تر ہو۔ ازدواج نہیں کرتے تھے۔ اور یہ اعتقاد ان کے ہاں عام تھا کہ ایسی عورت کی اولاد عموماً ضعیف اور کمزور ہوتی ہے۔

ازدواج کی رسم باقاعدہ ادا کی جاتی تھی۔ وہ مہر بھی باندھتے تھے۔ طلاق بھی دیتے تھے۔ ہر شخص اپنی زوجہ کو جس طرح ایک مرتبہ طلاق دینے کے بعد اپنی زوجیت میں لے سکتا تھا۔ اسی طرح بعض مصنفین کے نزدیک ہزار بار طلاق دینے کے بعد بھی اپنی زوجیت میں لے لیتا تھا۔ تاہم مولانا نجم الدین کا یہ خیال

---

[۱] رسالہ دلگداز فروری ۱۹۲۲ء صفحہ ۱۹ (نوٹ) راقم کا خیال ہے کہ صابئی مذہب دین حنیفی کی بگڑی ہوئی صورت نہیں بلکہ اپنی الگ حقیقت رکھتا ہے جو دین حنیفی کے متوازی ترقی کرتا رہا۔

[۲] رسوم جاہلیت صفحہ ۱۲ مصنفہ مولانا نجم الدین سہواردی مطبوعہ دارالاشاعت پنجاب لاہور (سنہ ۱۹۲۹ء)

کہ تعداد طلاق مقرر نہ تھی غلط نہیں۔

طلاق کے بعد ایک میعاد مقرر تھی جس کے اندر عورت کو کسی دوسرے مرد کے ساتھ ازدواج کرنے کی ممانعت تھی اور اس میعاد میں اگر فریقین میں صلح ہو جاتی تو عورت پھر اپنے شوہر کی زوجیت میں آجاتی اکثر ایسا بھی ہوتا کہ مرد کسی بہانہ سے عورت کو طلاق دے دیتے عورت میعاد معینہ تک منتظر رہتی تھی لیکن جب میعاد قریب الاختتام ہوتی تو اس کا شوہر پھر اسے اپنی زوجیت میں لے لیتا تھا اور تھوڑے عرصہ بعد پھر اس کو طلاق دے دیتا تھا۔ اور میعاد معینہ کے اختتام کے قریب پھر اپنے ازدواج میں لے لیتا تھا۔ اور اس طرح بار بار کیا کرتا تھا۔ عرب لوگ اس بات کو ذلت سمجھتے کہ وہ عورت جو ایک مرتبہ انکی زوجہ تھی وہ دوسرے شخص کے ازدواج میں آئے۔ بلوغ الارب کا مصنف لکھتا ہے کہ جاہلیت میں عورتیں خلع بھی کراتی تھیں۔ زمانہ جاہلیت میں لڑکے اپنی سوتیلی ماؤں کے ساتھ ازدواج کرنے کے مجاز تھے مگر باپ اپنے بیٹے یا متبنٰی کی زوجہ کے ساتھ شادی کرنے کا مجاز نہ تھا۔ اور اس کے خلاف عمل کرنا نہایت معیوب اور گناہ سمجھا جاتا تھا۔

شوہر کے مرنے کے بعد اس کا سوتیلا بیٹا (اگر وہ نہ ہو تو کوئی قریب کا رشتہ دار) بیوہ کے سر پر ایک چادر ڈال دیا کرتا تھا۔ اور وہ شخص جو اس طرح چادر ڈالتا تھا۔ اس سے شادی کرنے کا مجاز ہوتا تھا۔

میّت کی رسمیں

جس طرح مسلمان میّت کی تدفین سے پہلے کھانا نہیں کھاتے اسی طرح جاہلیت میں میّت کو دفن کرنے سے پہلے میّت کے ہمراہیوں میں سے کوئی شخص کھانا نہ کھاتا۔ جب میّت کو سپردِ خاک کرکے واپس آتے اس وقت کھانا لایا جاتا تھا اور وہ سب آدمی جو میّت میں شریک ہوتے کھاتے[۱]

عرب جاہلیت کی عادت تھی کہ جب کوئی شخص مر جاتا اس کو لا یبعد کہتے یعنی خدا اسے ہلاک نہ کرے۔ یہ ان کے یہاں میّت کے لئے دعا تھی[۲]

---

[۱] مناجنۃ الطرب فی تقدمات العرب مولفہ نوفل آفندی ملک مطبوعہ بیروت

[۲] مراسم العرب صـ۶۲

جس خاندان میں کوئی موت ہو جاتی اس خاندان کی تمام عورتیں اپنے سر کے بال کھول ڈالتیں۔ اور ان پر راکھ مل لیتیں۔ نوحہ گر عورتیں جن کا پیشہ اجرت پر نوحہ کرنا ہوتا تھا بلائی جاتیں۔ لوگ میت کے پیچھے پیچھے ننگے پاؤں چلتے۔ اور یہ عورتیں جو میت کے ساتھ جاتیں، وہ اس کے محاسن اور خوبیاں بیان کر کے اس پر اظہار حزن و ملال کرتی تھیں۔ عرب جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ جب کوئی نامور آدمی مر جاتا تو اس کی قبر پر اونٹ باندھ دیتے تھے اور کھانا پینا اس پر حرام کر دیتے تھے یہاں تک کہ وہ اونٹ بھوک پیاس سے مر جاتا۔

سزائیں

(الف) جرم اور سزائیں۔ جاہلیت میں قتل اور ضرب شدید کی سزائیں مقرر تھیں۔ ان دنوں رواج تھا کہ خون کے بدلے میں خون لیا جاتا کیونکہ ان لوگوں کا خیال تھا کہ قتل کو قتل ہی روک سکتا ہے۔ ان لوگوں کے ہاں دیت قبول کرنا موجب ننگ و عار سمجھا جاتا تھا۔ اور دیت کا کھانا مقتول کے خون کھانے کے برابر خیال کیا جاتا تھا۔ تاہم بحالتِ مجبوری دیت قبول کی جاتی تھی۔ مثلاً قتل خطا میں بغیر دیت قبول کرنے کے چارہ نہ تھا یا اگر خود مقتول اپنی عالی حوصلگی سے قاتل کو اپنا خون معاف کر دیتا تو اس صورت میں بھی حکام قصاص پر زور نہیں دے سکتے تھے ناچار دیت ہی قبول کرنی پڑتی تھی۔

قسامت

قسامت کا مطلب یہ تھا کہ جب قاتل معلوم نہ ہوتا، تو جائے وقوعہ کے ارد گرد کے پچاس افراد سے رکنِ یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان اس بات پر یہ قسم لیتے کہ نہ ہم نے مقتول کو مارا اور نہ ہمیں اس کے قاتل کا علم ہے۔ جب پچاس آدمی اس بات پر قسم کھاتے تو انہیں مقتول کے قصاص اور خون بہا سے بری کر دیا جاتا۔ اس طریقے کے شروع کرنے والے ابو طالب تھے[1]

(ب) زنا۔ چوری۔ اور راہزنی کی سزا۔ جاہلیت میں چور کا داہنا ہاتھ کاٹا جاتا تھا۔ رہزنوں کو یمن اور حیرہ کے بادشاہ سولی دیتے تھے۔ شادی شدہ زانی اور زانیہ کو سنگسار کیا جاتا تھا۔

بلوغ الارب کا مصنف لکھتا ہے کہ باوجود گوناگوں عیوب کے سخاوت، شجاعت، مہمان نوازی ہمایوں

---

[1] رسوم جاہلیت [illegible]

کی خبرگیری غریب نوازی عربوں کا خاصہ تھا، وہ اپنے قول کے سچے تھے اور ارادے کے پکے تھے ان کے ہاں دستور تھا کہ وہ مسافروں اور مہمانوں کی خاطرداری بے انتہا فیاضی سے کیا کرتے تھے اسی طرح ہمسایہ کی خبرگیری اور اس کے مال کی نگرانی ان کے اوصاف میں سے تھا۔ اگر کوئی اس باب میں ذرا بھی کوتاہی کرتا تو اس کو حقارت سے دیکھتے تھے۔

بیکسوں عاجزوں اور محتاجوں کی مدد کرنا نیز قیدیوں کو چھڑانا ان کے ہاں قابل ستائش تھا اسی طرح ایک شریف عرب کو اپنی عزت کا لحاظ اور اپنے وعدہ کا خیال ایسا ہی ضروری تھا جیسا کہ مذکورہ بالا اوصاف ضروری تھے۔

ملتِ ابراہیمی میں شرعی اعمال یہ تھے :- وضو، نماز، روزہ طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک۔ یتیموں اور مسکینوں کو صدقہ دینا، مشکلات میں ان کی امداد اور صلۂ رحم۔ ان میں ان اعمال کی مدح بھی کی جاتی تھی، لیکن مشرکین بالعموم یہ سب کام چھوڑ چکے تھے اور یہ خصائل ان سے مفقود ہو چکے تھے۔ قتل، چوری، زنا، ربا، لوگوں کا مال غصب کرنا، ان سب کاموں کی حرمت بھی اصل ملت ابراہیمی میں ثابت تھی۔ لوگ ان پر اظہار نفرت بھی کرتے تھے، لیکن اکثر مشرکین ان پر عامل تھے اور نفسانی خواہشات پر چلتے تھے، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل تھے۔ ان کے نزدیک یہ بات ثابت تھی کہ وہی آسمان اور زمین کا خالق ہے بڑے بڑے حوادث وواقعات کا مدبر ہے۔ رسولوں کے بھیجنے پر قادر ہے۔ اکثر مشرکین نے ان عقائد کو دور از عقل ہونے، اور ان کے سمجھنے کی طرف میلان نہ ہونے کے باعث بہت سے شبہات کھڑے کر دیئے تھے......"

(ماخوذ از اردو ترجمہ الفوز الکبیر)